خوارج

(پروفیسر چوہدری غلام احمد صاحب ایم اے اسلامیہ کالج لائلپور)

(یہ مقالہ ابنِ خلدون ہسٹاریکل سوسائٹی۔ اسلامیہ کالج لائلپور میں پڑھا گیا)

اسلام اور فرقہ بندی اسلام جہاں دوسری امتیازی خصوصیات کا حامل ہے وہاں یہ امتیازی خصوصیت بھی رکھتا ہے کہ اس میں تشتت وافتراق نہیں۔ غیر اسلامی اقوام میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک ایک مذہب ایک ایک دین کے ماننے والوں میں سینکڑوں فرقے پائے جاتے ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہوتے ہیں کہ ان کے معبودوں تک میں اتفاق نہیں اور تو اور گویا خدا پر بھی وہ متحد نہیں۔ اگر اس نقطۂ نظر سے اقوامِ عالم کا جائزہ لیا جائے تو آپ مبہوت ہو کر رہ جائیں گے کہ مذہب کی بنیاد پر جہاں ایک ایک قوم اتنی ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی ہے وہاں مسلمانوں کے دینی اختلافات دو یا زیادہ سے زیادہ تین فرقوں میں منحصر ہو کر رہ گئے ہیں۔

یہ حقیقت محتاجِ بیان نہیں کہ مسلمان کرۂ ارض کے چپہ چپہ پر آباد ہیں۔ اور تعداد افراد کے اعتبار سے دُنیا کی گنی چنی قوموں میں شمار ہوتے ہیں۔ ایشیا اور افریقہ کے سوا یورپ کے دوردراز علاقوں میں بھی مسلمان موجود ہیں۔ اس طویل وعریض خطۂ ارضی میں سینکڑوں زبانیں بولنے والی قومیں پائی جاتی ہیں۔ اور یہی حال نسلوں کا ہے۔ شاید بنی آدم کی اولاد کی کوئی قابلِ ذکر نسل ایسی باقی ہوگی جس کے افرادامتِ اسلامیہ کے اس وسیع دائرے میں شریک نہ ہوں۔ ان میں سامی، آریائی، تورانی نسلوں کے گورے کالے لال پیلے سبھی رنگ کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

لیکن بایں ہمہ نصف ارب سے زیادہ تعداد والی اس امت میں اگر دیکھا جائے تو دس بیس نہیں، واقعہ یہ ہے کہ دو تین فرقوں سے زیادہ ایسے گروہ نہیں مل سکتے جن کے اختلاف و تفرق کو واقعی اختلاف قرار دیا جاسکتا ہے۔ سب سے بڑا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو اہلسنت والجماعت یا سنی مسلمان کہتے ہیں ان کے بعد دوسرا طبقہ شیعہ کا ہے اور تیسرا خوارج یا خارجی مسلمانوں کا جواب بھی مسقط و عمان جیسے ساحلی علاقوں اور افریقہ کے دوردراز خطوں میں پائے جاتے ہیں[1] اور بقول مولانا مناظر احسن گیلانی

[1] مسلمانوں کی فرقہ بندی کا افسانہ۔ مولانا مناظر احسن گیلانی

خوارج کی تعداد بمشکل لاکھ ڈیڑھ لاکھ ہو گی اور مقالہ ہذا میں انہیں کا تذکرہ مقصود ہے۔

خارجی تحریک کا پس منظر خلافت راشدہ اسلامی روح کی مظہر تھی مگر جو حقیقی مذہبی جوش اور ولولہ اس دور کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت کے آخری ایام میں اس میں انحطاط شروع ہوا۔ اور بتدریج بڑھتا گیا۔ جب کہ شرارت پسند عناصر نے آپ کو شورشوں میں مبتلا کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق جام شہادت نوش فرمایا۔ بقول ابن جریر طبری حضرت عثمانؓ کی شہادت کے تین دن بعد حضرت علیؓ نے مسندِ خلافت کو زینت بخشی اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق حالات کے سدھارنے کی کوشش کی مگر اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی[1] یہاں تک کہ آپ کا پورا عہدِ خلافت خانہ جنگی اور اندرونی جھگڑوں میں بسر ہوا۔ اور ایک دن کے لئے بھی آپ کو ملکی نظم و نسق کے قیام اور بیرونی فتوحات کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہ ملا۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی[2] اور آپ سے مقابلہ کی تیاریاں[3]

---

[1] مسلمانوں میں اختلاف و شقاق اور قتل و غارت پیدا کرنے والا ایک سازشی گروہ عبداللہ بن سبا یہودی نے پیدا کر دیا تھا۔ اسی گروہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا۔ اسی نے جنگِ جمل برپا کی۔ اسی نے صفین میں صحابہؓ کو لڑا دیا اور یہی سازشی عنصر بعد میں خوارج کی شکل میں نمودار ہو کر حضرت علیؓ کے مقابلہ پر آ گیا۔ اور بالآخر حضرت علیؓ کا جان لیوا ثابت ہوا۔ (دیکھئے فتح الباری ص۴۸۲ جلد ۶ وغیرہ)

[2] واضح رہے کہ حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم نہ کرنا اس بنا پر نہیں تھا کہ وہ خود کو ہی خلافت کا مستحق سمجھتے یا ان کو حضرت علیؓ کے فضل و استحقاق سے انکار تھا۔ بلکہ وہ اور بعض دوسرے صحابہؓ بیعتِ خلافت پر قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے کو مقدم کرنا چاہتے تھے (ولم ينكر معاوية قط فضل علی و استحقاقه الخلافة لكن اجتهاده اداه الى رأى تقديم اخذ القود من قتلة عثمانؓ على البيعة ورأى نفسه احق بطلب دم عثمان لسنه ولقوته على الطلب بذالك انتهى) (الفصل فی الملل والنحل ص۱۶۰ جلد ۴ نیز دیکھئے منہاج السنۃ ص۲۳۷ جلد ۲ و فتح الباری ص۳۴/۲۲ طبع ہند (رحیق)

[3] جنگ کی تیاری پہلے حضرت علیؓ نے کی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے مسندِ خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد جب یہ فیصلہ کیا کہ حضرت معاویہ کو شام کی گورنری سے معزول کر دیں تو ایک مدبر صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

کر رہے تھے، درمیان میں جنگِ جمل پیش آجانے کی وجہ سے حضرت علیؓ ان کی طرف توجہ نہ کر سکے تھے۔ اس سے فراغت کے بعد آپ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو خط دے کر حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا، خط کا پورا متن اخبار الطوال میں موجود ہے۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت معاویہؓ کو بیعت کی دعوت دی گئی تھی اور بصورتِ دیگر کہا گیا تھا کہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت معاویہ نے حضرت عمرو بن عاصؓ مشہور مدبر اور ریاست داں سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ اہلِ شام کو اس بات کا قائل کیا جائے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں حضرت علیؓ کا ہاتھ تھا اور اس طرح

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کو مشورہ دیا، کہ سردست معاویہؓ کو معزول نہ کیا جائے بعد میں دیکھا جائے گا۔ مگر حضرت علیؓ نے یہ مشورہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اور کہا ان ادبروا بذلت لهم السيف (طبری ص۴۶۱ ج۳) فقال علی لا واللہ لا اعطیه الا السیف (طبری ص۴۶۲ ج۳) یعنی اگر اہلِ شام (معاویہ وغیرہ) میری خلافت نہ تسلیم کریں گے تو ان پر تلوار استعمال کی جائے گی۔ اس کے بعد سہل بن حنیف کو حضرت معاویہؓ کی جگہ شام کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ مگر شام کی سرحد سے ہی ان کو واپس آنا پڑا لیکن طبری (ص۴۶۳ ج۳) کے بیان میں اس کا ذکر نہیں کہ حضرت سہل نے واپس آکر حضرت معاویہؓ کی طرف سے لڑائی کی تیاری کی بھی خبر دی ——— پھر شہادت عثمانؓ کے تین ماہ بعد حضرت علیؓ کے خطوط کا جب حضرت معاویہؓ نے جواب دیا تو بھی اس میں مطالبۂ قصاص کا ہی ذکر کیا گیا ہے ——— مگر حضرت علیؓ نے یہ خیال فرما کر کہ مطالبہ قصاص سے قبل خلیفہ کی اطاعت میں داخل ہونا ضروری ہے۔ حضرت معاویہؓ سے لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔ تاہم آپ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ نے یہی مشورہ دیا کہ لڑائی نہیں ہونی چاہیئے۔ وعزم علی علی قتال الشام (البدایہ ص۲۲۹ ج۷ طبری ص۴۶۵ جلد۳) وجاء الیه ابنه الحسن بن علی فقال یا ابتی دع هذا فان فیه سفك دماء المسلمين ووقوع الاختلاف بينهم (البدایہ ص۲۲۹ جلد۷) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ولم يكن معاوية ممن يختار الحرب ابتداء بل كان من اشد الناس حرصاً على ان لا يكون قتال (ص۲۱۹ ج۲) و علی بدأ بقتال معاوية ولم يكونوا قاتلوه (منہاج ص۲۲۲ ج۲) حضرت علیؓ اس وقت برحق تھے یہ ان کی اجتہادی رائے تھی ـــ والمجتهد قد يخطئ وقد يصيب ـــ کہ اہلِ شام کا بیعتِ خلافت سے تخلف "بغاوت" کے مترادف ہے اس لئے ان سے مقاتلہ ضروری ہے مگر بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حسنؓ وغیرہ کے مشورے درست تھے واللہ اعلم (رحیق) لـہ (اگلے صفحہ پر)

انہیں حضرت علیؓ کے خلاف بھڑکایا جائے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے خون آلود پیراہن اور آپ کی بیوی نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیوں کو جامع دمشق میں آویزاں کرا دیا تھا۔ اس کی نمائش برابر جاری رہی۔

چنانچہ فوج سے لے کر امراء و عوام تک سب کے جذبات بھڑک اٹھے اور اہلِ شام نے قسم کھالی کہ جب تک خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ نہ لے لیں گے اس وقت تک آرام کی نیند نہ سوئیں گے چنانچہ جمادی الاولیٰ ۳۷ھ سے جنگ صفین کا معرکہ پیش آیا۔ یہ جنگ کئی مہینوں تک جاری رہی۔ جس میں کم و بیش نوّے معرکے ہوئے اور پینتالیس[۱] ہزار شامی اور پچیس ہزار عراقی کام آئے۔ ہزاروں عورتیں بیوہ اور لاکھوں بچے یتیم ہو گئے۔

حضرت معاویہؓ کو اپنی فوج کی حالت کا اندازہ ہو چکا تھا انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے مشورہ کیا انہوں نے کہا ایسے وقت کے لیئے میں نے پہلے سے یہ تدبیر[۲] سوچ رکھی تھی کہ ہم لوگ قرآن کو حکم بنانے کی دعوت دیں۔ اس کے قبول و انکار دونوں صورتوں میں حضرت علیؓ کی فوج میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ روایت طبری صـ ۵۲۰ جلد ۳) کی ہے اور سند کے مخدوش ہونے کی وجہ سے ناقابلِ اعتماد ہے کیونکہ اس کے تین پلے در پے راویوں کا رجال کی کتابوں سے پتہ نہیں چلتا — غالباً اسی وجہ سے حافظ ابن کثیرؒ نے اس کا ذکر نہیں کیا — تاریخی شہادتوں سے جو امر ثابت ہے وہ یہی ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ بھی صرف شہادتِ عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کرتے تھے۔ اور یہ غلط ہے کہ وہ حضرت علیؓ پر حضرت عثمانؓ کے شہید کرنے کا الزام بھی دھرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اہلِ شام کو صفین کی جنگ پر آمادہ کرنے کے لیئے جو تقریر کی تھی اس میں بھی مطالبۂ قصاص ہی کا ذکر ہے۔ قتلِ عثمانؓ میں حضرت علیؓ کے کسی بھی قسم کے دخل کا اشارہ تک نہیں۔ (دیکھو البدایہ صـ ۲۵۴ جلد ۷)

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] تاریخ اسلام شاہ معین الدین بحوالہ ابوالفداء صـ ۱۷۵ ج ۱

[۲] یہ بھی درست نہیں تاریخ طبری صـ ۴۲ ج ۴) سے یہ تو معلوم ہوتا ہے — اگرچہ اس کا بیان کرنے والا ایک کذاب شخص ہے، ابو مخنف لوط بن یحییٰ کہ حضرت عمرو بن عاصؓ کے اشارے سے صلح کے لیئے مصاحف اٹھائے گئے تھے۔ قال ابن کثیر وذکر ابن جریر وغیرہ من اھل التاریخ ان الذی اشار بھذا ھو عمرو بن العاص (البدایہ صـ ۲۷۲ ج ۷) لیکن اس اشارے کی یہ غلط تعبیر ہے کہ انہوں نے اس سکیم کو پہلے ہی سوچ رکھا تھا — صحابہ کرامؓ سے متعلقہ واقعات کی روایت و درایت دونوں طرح سے چھان پھٹک کر لینی چاہیئے۔ (رحیق)

پھوٹ پڑ جائے گی۔ چنانچہ دوسرے دن جب شامی میدان میں آئے تو دمشق کے مصحفِ اعظم کو پانچ شامی آگے آگے نیزے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ اور اس کے پیچھے ہزاروں قرآن نیزوں پر بلند تھے۔

یہ حیلہ کارگر رہا اور علوی فوج کے چند آدمی اپنی فوج سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ محشر عرب! خدارا اپنی عورتوں اور بچوں کو فارس اور روم سے بچاؤ۔ اگر شامی ختم ہو گئے تو رومیوں سے شام کی حفاظت کون کرے گا۔ اور اگر عراقی فنا ہو گئے تو اہل عجم سے عراق کو کون بچائے گا۔ آؤ ہم تم قرآن کو حکم مان لیں اس کا فیصلہ ہم دونوں کے لئے واجب التسلیم ہو۔ حضرت علیؓ اور بعض دوسرے عاقبت اندیش افسروں نے مخالفت کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ محض فریب ہے[1]۔ لیکن ایک بڑی جماعت پر یہ جادو چل گیا۔ بعض لوگوں نے یہاں تک کہا کہ اگر آپ نے قرآن کو حکم ماننے سے انکار کیا تو ہم آپ سے لڑیں گے اور آپ کو بھی حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا دیں گے۔

دوسری طرف حضرت معاویہؓ نے اعلان کرا دیا کہ جنگ بہت طویل ہو گئی ہے۔ ہم میں سے ہر فریق اپنے کو حق اور دوسرے کو باطل پر تصور کرتا ہے۔ اس جھگڑے کو چکانے کے لئے ہم نے قرآن کو حکم ماننے کی دعوت دی ہے۔ اگر اسے وہ لوگ قبول کریں گے تو فبہا ورنہ پھر ہماری حجت تمام ہو چکی۔

حضرت علیؓ نے جب دیکھا کہ انکار کی صورت میں خود ان کی فوج میں پھوٹ پڑ رہی ہے تو چار و ناچار تحکیم کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور جنگ روک دی۔ آپ کے بعض ہوا خواہوں[2] پر جنگ کا التوا سخت شاق تھا۔ ان میں دور قرآن کی تحکیم پر اصرار کرنے والوں میں سخت گفتگو ہو گئی اور قریب تھا کہ عراقی فوج میں آپس ہی میں تلواریں نکل آتیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے معاملہ رفع دفع کر دیا۔

---

[1] طبری صفحہ ۳۳۲۹ و اخبار الطوال صفحہ ۱۹۲۔ یاد رہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایسے الفاظ کا راوی مشہور داستان گو کذاب ابو مخنف لوط بن یحییٰ ہے۔ (رحیق) [2] ان میں سب سے پیش پیش مالک بن حارث اشتر نخعی تھا۔ یہ وہ شخص ہے جو بعض وجوہ سے حضرت عثمانؓ سے ناراض ہو کر عبداللہ بن سبا کی اس سازش میں شریک ہو گیا تھا جو حضرت عثمانؓ کے خلاف کی گئی تھی۔ یہ شخص اس میٹنگ میں بھی شریک تھا جس میں جنگِ جمل کے موقع پر صحابہ کرامؓ کی باہم صلح کو ختم کرنے کا خفیہ منصوبہ بنایا گیا۔ (رحیق)

التوائے جنگ کے بعد طے پایا کہ دونوں فریق کی جانب سے ایک ایک حکم مقرر کیا جائے یہ دونوں کتاب اللہ کی رو سے جو فیصلہ کر دیں وہ فریقین کے لئے واجب التسلیم ہو اور جو فریق اس فیصلہ کو نہ مانے حکم اس کے خلاف دوسرے کی مدد کریں۔ حضرت معاویہ رضؓ نے حضرت عمرو بن عاص رضؓ کو اپنا حکم بنایا اور حضرت علی کی جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حکم مقرر ہوئے اگرچہ آپ حضرت ابن عباس کو حکم مقرر کرنا چاہتے تھے مگر عراقی فوج کے بعض لوگ اس پر معترض ہوئے۔

فریقین کے درمیان یہ معاہدہ تحریر کیا گیا اور باتفاق رائے طے پایا کہ آئندہ ماہ رمضان تک یہ فیصلہ سنا دیا جائے۔ اس عہد نامہ پر فریقین کے تمام ممتاز لوگوں کے دستخط ہو گئے اور شام و عراق کی سرحد پر دومۃ الجندل کا مقام فیصلہ کے اعلان کے لئے مقرر ہوا۔ تکمیل کے بعد معاہدہ کا مضمون دونوں فریق کی فوجوں میں شتہر کر دیا گیا۔ اسے سن کر حضرت علیؓ کی فوج کا ایک حصہ مخالف ہو گیا جس نے بعد میں خارجی فرقہ کی شکل اختیار کر لی۔

غرض مقررہ تاریخ پر دونوں حکموں نے جامع مسجد میں فیصلہ سنایا۔ ہزاروں مسلمان اس اشتیاق میں جمع تھے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عمرو بن عاصؓ سے کہا پہلے تم سناؤ۔ انہوں نے کہا، آپ ہر فضل و منقبت میں مجھ سے افضل ہیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے میں اس کی جرأت نہیں کر سکتا۔ حضرت ابو موسیٰ پر یہ جادو[1] چل گیا۔ انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا۔

---

[1] صحابہ کرامؓ کے حق میں ایسی تعبیرات سے اجتناب مناسب ہے۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری یا حضرت عمرو بن عاصؓ کے متعلق یہ کہنا کہ اول الذکر مُغَفَّل (سادہ لوح) تھے اور ثانی الذکر معاذ اللہ فریب کار تھے۔ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ اس لئے کہ یہ خیال جس افسانوی قسم کی روایت پر مبنی ہے وہ محدثین کے اصول جرح و تعدیل پر صحیح نہیں۔ اس کی سند میں ایک ابو مخنف لوط بن یحییٰ راوی ہے جو سخت مخدوش اور رافضی قسم کا شیعہ ہے۔ (میزان الاعتدال) دوسرا راوی ابو جناب یحییٰ بن ابی حیۃ الکلبی ہے وہ بھی سخت ناقابلِ اعتماد ہے (میزان) علامہ ابن العربی المالکی لکھتے ہیں وكان ابو موسى رجلا تقيا ثقفا فقيها عالما ارسله النبي صلى الله عليه وسلم الى اليمن مع معاذ وقدمه عمر واثنى عليه بالفهم وزعمت الطائفة التاريخية الركيكة انه كان ابله ضعيف الرأى مخدوعا فى القول وان ابن العاص كان ذا دهاء وارب حتى ضربت الامثال بدهائه تاكيدا لما ارادت (باقی اگلے صفحہ پر)

"امابعد لوگو! ہم نے اس مسئلہ پر غور کیا۔ اس امت کے اتحاد و اتفاق اور اصلاح کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نظر نہ آئی کہ علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ عام مسلمان جسے اہل سمجھیں اسے منتخب کر لیں۔ اس لئے میں علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کرتا ہوں۔ آئندہ تم جسے پسند کرو اپنا خلیفہ بناؤ۔"

اس کے بعد عمرو بن عاص رضؓ نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"امابعد لوگو! ابوموسیٰؓ کا فیصلہ آپ لوگوں نے سن لیا انہوں نے حضرت علیؓ کو معزول کر دیا۔ میں بھی ان کو معزول کرتا ہوں۔ لیکن امیر معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں۔ وہ امیر المؤمنین عثمانؓ کے ولی اور ان کے قصاص کے طالب ہیں۔ اس لئے ان کی قائم مقامی کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔"

یہ فیصلہ[1] سن کر ابوموسیٰؓ چلائے؛ یہ غداری اور بے ایمانی ہے۔ مگر عمرو بن عاص کا وار

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) من الفساد واتبع فی ذلک بعض الجہال بعضا وصنفوا فیہ حکایات اھ (العواصم ص۱۷۴) پھر تحکیم کے متعلق ایک عجیب قسم کی کہانی ذکر کر کے کہا ہے۔ ھذا کلہ کذب صراح ماجری حرف منہ قط وانما ھو شئی اخبر عنہ المبتدعۃ ووضعتہ التاریخیۃ للملوک فتوارثہ اھل المجانۃ والجہارۃ بمعاصی اللہ والبدع اھ (العواصم ص۱۷۷) خلاصہ یہ ہے کہ دونوں صحابیوں کے متعلق ایسے الفاظ — مُغفّل، فریب کار وغیرہ اہل بدعت اور اغراض پرست مؤرخوں کا جھوٹ ہے (رحیق)

[1] علامہ ابن العربی المالکیؒ کی مؤرخانہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ اور ابوموسیٰ کا متعلقہ فیصلہ یہ تھا کہ امارۃ المسلمین کا معاملہ مقتدر صحابہ کی شوریٰ میں پیش کر دیا جائے۔ یہ روایت انہوں نے امام دارقطنی کی زبانی نقل کی ہے۔ اور اس کے راویوں کو الائمۃ الثقات الاثبات (ص۱۷۸ - ص۱۷۹) کہا ہے۔ اس روایت کی بنا پر مشہور روایت — جسے مقالہ نگار نے طبری وغیرہ سے نقل کیا ہے — کی حیثیت افسانہ کی رہ جاتی ہے۔ امام دارقطنی کی روایت کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ تحکیم میں حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ میں سے کسی کے "خلع" کا ذکر نہیں آیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بزرگ اپنے اپنے ماتحت علاقے کے خلیفہ دامہ دستور رہے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری (ص۳۵ ج۱۳) میں لکھتے ہیں وافترقا عن غیر شئی اھ۔ دراصل اس

چل چکا تھا۔ اس فیصلے کے بعد امیر معاویہؓ کے حامیوں نے انہیں باضابطہ خلیفہ تسلیم کر لیا مگر حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ تسلیم نہ کیا اور امیر معاویہ سے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے تحکیم کی تجویز کی مخالفت کی تھی لیکن اپنی فوج کے بعض افراد کے اصرار پر قبول کیا۔ پھر انہی میں سے ایک جماعت تحکیم کے خلاف ہو گئی اور اسے کفر قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ خدا کے سوا کسی انسان کو حکم نہیں بنایا جا سکتا۔ آپ اس غلطی سے توبہ کیجئے۔ اور ہمارے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیجئے۔ لیکن تحکیم کا عہدنامہ لکھا جا چکا تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے خود اس کی مخالفت کی تھی۔ لیکن تم ہی لوگوں نے مجھے مجبور کیا اب عہدنامہ لکھ چکا ہوں تو اس کو توڑ نہیں سکتا۔ خدا فرماتا ہے کہ جو عہد کرو اسے پورا کرو۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو بہت مجبور کیا لیکن آپ آمادہ نہ ہوئے۔ آخر میں انہوں نے دھمکی دی کہ اگر آپ تحکیم کو منظور کرتے ہیں تو ہم خدا کے لئے آپ سے لڑیں گے آپ نے فرمایا تو تمہاری لاشیں خاک و خون میں تڑپیں گی۔[3] یہ واقعہ تحکیم کے قبل کا ہے۔ فیصلہ کے اعلان کے بعد انہوں نے عبداللہ بن وہب راسبی کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت علیؓ کی عملی مخالفت شروع کر دی۔ ان کا خیال تھا کہ معاملات دین میں انسان کو حکم بنانا کفر ہے۔ اور حکم اور اس کا فیصلہ ماننے والے سب کافر ہیں۔ اور ان سے جہاد فرض ہے[4] ان عقائد کی اشاعت کر کے کوفہ، بصرہ، مدائن اور عراق کے دوسرے شہروں میں ایک معتدبہ جماعت اپنی ہم خیال بنالی۔ یہ لوگ خوارج سے موسوم ہوئے جنہوں نے ایک عرصے تک عالم اسلامی کو اپنی پیہم شورشوں سے مضطرب رکھا۔[5]

حضرات! تاریخی حقائق کی اس داستان سرائی سے شاید آپ اکتا گئے ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ خارجی تحریک پر مقالہ لکھنے والے کے لئے اس تاریخی پس منظر کا بیان کرنا ناگزیر ہے اور جب تک یہ واقعات نہ دہرائے جائیں اس تحریک کا نقطۂ آغاز معلوم نہیں ہو سکتا۔ خارجی تحریک کن ضروری نظریات و افکار کی حامل تھی اور اس نے تاریخ اسلام پر کیا اثر ڈالا دو اہم سوال ہیں جن کا حل کرنا اب پیش نظر ہے۔ مگر میرے خیال میں دوسرے سوال کا جواب اتنا اہم نہیں تاریخ اسلام پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی تفصیلات پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خارجی تحریک نے کیا گل کھلائے اور اس دور کے مسلمانوں کی زندگی ان کے تشدد اور دراز دستی سے کس طرح اجیرن بن گئی۔ لہذا خارجی تحریک کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے بعد میں خوارج کے عقائد و نظریات بیان کروں گا۔ جو میرے مقالہ کا اصل موضوع ہے اور جسے پیش کرنا اس وقت مقصود ہے

(باقی)

[1] تاریخ اسلام بحوالہ اخبار الطوال ص ۱۹۶ [2] ابن اثیر ج ۳ ص ۱۳۴ [3] طبری و اخبار الطوال [4] وهذا كله من تاريخ الاسلام بتغيير يسير.